اسرارِ حج

از

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب

"معلم جامعۂ عثمانیہ"

(حیدرآباد دکن)

حج زیارت کردنِ خانہ بود

حج رب البیت مردانہ بود

(رومی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفیائے کرام نے ہمیشہ مذہب کے ظاہری رسوم سے زیادہ زور اسکی باطنی روح پر دیا ہے دینِ محمدیؐ کی بھی دو حیثیتیں ہیں، ظاہری و باطنی "نیکی و طاعت کے ظاہری افعال سے قلب پر جو اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کے احوال وکوائف کی تحصیل دین کی باطنی حیثیت یا تصوف کا مقصد اور نصب العین ہے[1]"۔ قرآنی تعلیمات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل چیز ظاہری رسوم نہیں بلکہ باطنی رُوح ہے۔ دیکھو قربانی کے سلسلہ میں حق تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ "نہ قربانی کا گوشت حق تعالیٰ کے پاس پہونچتا ہے اور نہ خون، بلکہ تقویٰ یا پارسائی[2]"۔ یعنی حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی محض قربانی کردینے یا خون بہادینے سے نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ اس قربانی کا مدار حق تعالیٰ کی محبت، ان کی رضا جوئی اور ان کی قرب طلبی نہ ہو۔ اسی طرح دوسری جگہ واضح فرمایا گیا ہے کہ:-

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر

من اٰمن باللہ والیوم الاخر۔ الخ (پ ۲-ع ۶)

"نیکی اس کا نام نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو بلکہ نیکی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ویقین

---

[1] شاہ ولی اللہؒ (ھمعات)

[2] لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم

حاصل ہوتی ہے"۔ یعنی محض کسی سمت کو قبلہ بنا کر اُس کی طرف منہ پھیر لینے سے انسان کے اندر نیکی
نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ اُس کی بنیاد اللہ اور آخرت کے یقین و ایمان پر نہ ہو!۔
لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہئے کہ قرآنی تعلیمات اور اسلامی تصوف کی رو سے
دنیا میں جس طرح انسانی روح بغیر انسانی جسم کے نہیں پائی جاتی اور اس کے رُوحانی افعال کا
اعتبار بغیر جسمانی افعال کے نہیں ہوتا اسی طرح دنیا میں خاص خاص افعال یا جسمانی حرکات اور
احوال کے بغیر روح کا ارتقا اور اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے صوفیائے کرام نے باطن کے ساتھ
ظاہر کی حفاظت پر پورا زور دیا ہے، اور متقدمین صوفیا نے تصوف کی تعریف ہی یہ کی ہے، کہ

"وہ نام ہے تعمیر ظاہر و باطن کا"

بالفاظ دیگر دونوں کی اصلاح و درستی ضروری ہے، نہ ظاہر بغیر باطن کے اور نہ باطن بغیر ظاہر کے
درست ہو سکتا ہے۔ ظاہر عنوان ہوتا ہے باطن کا، جب کسی کے ظاہری افعال شرع محمدیؐ کے خلاف
ہوں تو اس کو کوئی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کا باطن موافق و مطیع ہوگا، ظاہر تو تابع ہے باطن کا،
کیسے ہو سکتا ہے کہ باطن درست ہو اور اس کا اثر ظاہر پر نہ پڑے، یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح ظاہری
اعمال کا اثر باطن پر پڑتا ہے بلکہ ہر ظاہری عمل باطن کو متاثر کرتا ہے۔ ولیم جیمس جیسے ماہر نفسیات نے
اس حد تک زور دیا ہے کہ اگر تم باطن میں کوئی کیفیت یا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اسکی ظاہری صورت
پیدا کر لو تمہارا باطن متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ جیمس لنگ نظریہ کی تفصیلات سے آج کل جماعت
کے طالب علم بخوبی واقف ہیں۔
حج کے تمام اعمال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مومن جس کا طرۂ امتیاز حق تعالیٰ کی شدید

محبّت ہے (الذین امنوا اشد حبا للہ) اپنے عشق ومحبّت کے جذبہ کو جو اس کے قلب کی گہرائیوں
نہاں ہے، ظاہری اعمال و اشکال میں ہویدا کرتا ہے تاکہ "اس کے اس حال کا چرچا دنیا میں
پھیلے، وہ بلند آواز سے لبیک کہتے ہوئے نعرے لگاتا ہے اور ان نعروں سے محبّت کی چھپی
دبی آگ کو بھڑکاتا ہے!" چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر میں ابراہیم خلیل علیہ السلام
حج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

باز ایشاں را حکم شد کہ در ہر سال	پھر حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ سال میں
یک بار خود را والہ و شیدا ساختہ	ایک دفعہ اپنے کو سرگشتہ و شیدا بنا کر
دیوانہ وار دعاشق کردار برائے	دیوانوں کی طرح اور عشق بازوں کا وطیرہ
گردگشتن خانۂ محبوب خود برہنہ سر	اختیار کر کے محبوب کے گھر کے گرد ننگے سر،
و برہنہ تن و برہنہ پا، ژولیدہ مو	ننگے پاؤں، الجھے ہوئے بال، پریشاں حالی
پریشاں حال وگرد آلودہ از شام	کے ساتھ گرد میں اٹے ہوئے سرزمین حجاز
بہ زمین حجاز رسیدہ گاہے بر کوہ	میں پہونچیں، اور وہاں پہنچ کر کبھی پہاڑ پہ
وگاہے بر زمیں رو بہ سوئے خانہ کردہ	کبھی زمین پر محبوب کے اسی گھر کی طرف رُخ
استادہ شوند۔ ۔ ۔ گرد خانہ	کر کے کھڑے ہوں۔ ۔ ۔ اسی تجلی خانہ کے
تجلی آشیانہ او طواف کنند و بار بار	ارد گرد گھومیں اور اُسکے گوشوں کو
کنجہائے آں خانہ را بہ بوسند و بہ لیسند[۱]	چومیں چاٹیں!-

---

[۱] حج نمبر الفرقان بابتہ ماہ رمضان و شوال ۱۳۶۹ھ میں مولنا گیلانی کا مقالہ ص۱۱

حج کے مناسک سے عشق و محبت کا یہی جذبہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر طواف کعبہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، مزدلفہ کی آمد و رفت، عرفات میں قیام، منیٰ میں ذبح و قربانی و تلبیہ و احرام وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے۔

اعمال حج کے ان ہی باطنی اسرار کو ہم یہاں امام الصوفیہ حجۃ الاسلام حضرت غزالیؒ کے اشارات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ ؎

زیں شہد یک انگشت رسانم بلبت
از لذت اگر محو نگردی تف کن!

حق تعالیٰ کے گھر کی زیارت کا شوق عاشق کے قلب میں بھڑک اٹھتا ہے! جس قلب میں اس شاہ خوباں کا عشق نہیں وہ مردہ ہے، یا یوں کہئے۔ ؎

دل کہ فارغ شد ز عشقِ آں نگار
سنگِ استنجائے شیطانش شمار

عاشق کی نگاہ میں اب دنیا کی ساری لذتیں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں، مال و دولت، جاہ و عزت دوست و احباب اپنی دلفریبیاں کھو دیتے ہیں! "زندے" کا عشق اُس کو مردوں کی محبت سے بیزار کر دیتا ہے اور وہ چیخ اٹھتا ہے۔ ؎

عشق با مردہ نباشد پائیدار — عشق را با حیُ جاں افزائے دار
عشق زندہ در روان و در بصر — ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق آں زندہ گزیں کو باقیست — وز شراب جاں فزایت ساقیست
عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیا — یافتند از عشق او کار و کیا!
غرقِ عشق شو کہ غرق است اندریں — عشقہائے اوّلین و آخریں! (رومی)

اہل و عیال، دوست و احباب سے رخصت ہو کر جب وہ سوار ہوتا ہے تو اُس کی نظر میں دارِ آخرت کی سواری آجاتی ہے، وہ اپنے جنازے کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے جس پر سوار ہو کر اُس کو ایک روز آخرت کی طرف کوچ کرنا ہوگا، اور وہ جانتا ہے کہ یہ دن کچھ زیادہ دُور تو نہیں ہو سکتا۔ ۶

کیں عمر بیک چشم زدن نقش بر آب است!

جب احرام کے لئے چادر خریدتا ہے تو اُس کو وہ دن یاد آتا ہے جب اُس کا تنِ بے جاں کفن میں لپیٹا جائے گا اور وہ بے حس و حرکت پڑا ہوگا! اب اس کا ساتھ دینے والے نہ دوست و احباب ہونگے، اور نہ اہل و عیال، صرف ایمان و عمل صالح ہی اس کے ساتھ جائینگے! وہ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:۔

یا من بدنیاہ اشتغل — قد غرك طول الامل
الموت یاتی بغتۃً — والقبر صندوق العمل

(حضرت علیؓ)

سوچتا ہے کہ احرام کی چادر تو خانۂ کعبہ کے قریب پہنچ کر باندھنی پڑے گی، ممکن ہی کہ یہ سفر پورا نہ ہو سکے اور راہ ہی میں موت آجائے، لیکن حق تعالیٰ سے ملاقات تو کفن میں لپٹے ہوئے ہی ہوگی! کفن کی اس چادر پر نظر کر کے شکستہ دلی کے ساتھ حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے:۔

اللهم اغسل خطایای بماء الثلج	اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے
والبرد ونق قلبی من الخطایا	کے پانی سے دھودے اور میرے دل کو
کما ینقی الثوب الابیض	گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا کہ سفید
من الدنس وباعد بینی و	کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اور
بین خطایای کما باعدت	مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان
بین المشرق والمغرب ۔	ایسا فاصلہ کردے جیسا کہ مشرق و مغرب
(بخاری ۔ عن عائشہؓ)	میں تو نے فاصلہ رکھا ہے ۔

جب اپنے شہر سے باہر نکل آتا ہے تو سوچتا ہے کہ میں نے اپنے اہل وعیال اور وطن سے جدا ہو کر ایسا سفر اختیار کیا ہے جو کسی طرح دنیا کے اور سفروں کے بالکل مشابہ نہیں! اس سفر سے اس کا مقصود حق تعالیٰ ہیں، ان کے گھر کی زیارت ہی، انکی رضا و خوشنودی ہی، حق تعالیٰ ہی کی پکار پر، ان ہی کی توفیق سے، ان ہی کے شوق دلانے سے، ان ہی کے حکم پر وہ قطع علائق و ترک خلائق کرکے ان کے دربار کی طرف دیوانہ وار چل پڑا ہی، اسکی زبان پر ہی:-

بسم اللہ، ماشاء اللہ، حسبی اللہ، لاقوۃ الا باللہ

اللھم الیک خرجت وانت اخرجتنی !

من کہ باشم کہ براں خاطرِ عاطر گذرم
لطفہا می کنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

(حافظ شیرازیؒ)

اس کو حق تعالیٰ سے پوری اُمید ہوتی ہو کہ وہ اس سفر شوق میں اس کے ساتھ ہوں گے، اس کے نگہبان اور مددگار رہوں گے، وہ حق تعالیٰ ہی کی دستگیری و رہبری سے اپنی منتہائے آرزو کو پائے گا، اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد کو پائے گا۔ ؎

من ایں دستے کہ افشاندم ز کونین
بداماں تمنائے تو باشد! (حزیں)

سوچتا ہے کہ اگر وہ منزلِ مقصود کو پہنچنے بھی نہ پایا اور راستہ ہی میں طعمۂ اجل مُسمّیٰ ہو گیا، پھر بھی وہ "نثارِ رہِ یار" ہو گا! کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے:۔

ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا کہ اللہ اور رسُول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ!۔

ہاں، اس راہ میں موت بھی اچھی! کہہ سکے گا!۔ ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم!
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!

اسی فکر و ذکر، اسی ولولہ و جنوں میں وہ میقات پر پہنچ جاتا ہے، کپڑے اُتارتا ہے اور احرام کی چادریں باندھتا اور اوڑھتا ہے، ماسواء سے آزاد ہو کر چیخ اُٹھتا ہے:۔

لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک

آنکھوں سے اس کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، دل سے سرد آہیں نکلتی ہیں، اور زبان سے یہ چیخ:۔

ما را زخاک کویت پیراہن است بر تن!
آنہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن! (جمالی)

جانتا ہے کہ لبیک کی یہ پکار حق تعالیٰ کی اس پکار کے جواب میں ہے، کہ:۔

واذن فی الناس بالحج (پ ۱۷۔ ع ۱۳)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو

اور اس کا خیال عرصۂ قیامت کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا اور لوگ اسی طرح پکارے جائیں گے اور وہ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ قیامت میں جمع ہونگے اور حق تعالیٰ کی پکار کا جواب دیں گے! پھر ان میں سے بعض مقبول ہوں گے اور بعض مردود! ابتدا میں تردد ہر ایک کو ہو گا، خوف و رجا ہر ایک کے سینہ میں ہو گی! دل ہی دل میں حق تعالیٰ سے کہتا ہے، کہ:۔ ؎

کارے بجز گناہ نداریم یا حفیظ عذرے بغیر آہ نداریم یا حفیظ!
ہر چند روسیاہ و گنہگار و مجرمیم بجز رحمتت پناہ نداریم یا حفیظ!
(مجذوب)

توبہ و استغفار، تسبیح و تہلیل، ندامت و شوق، رجا و خوف میں اس کی ہر ساعت بسر ہوتی ہے، دل میں حسرتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور وہ راہ کی صعوبتیں برداشت کئے بڑھا جاتا ہے! کبھی کہتا ہے، کہ:۔ ؎

اللہ کس قدر رہِ مقصود دُور ہے

پیکِ خیال راہ میں تھک تھک کے رہ گیا

"جدّہ" کا قیام، ساتھیوں کی پریشانی اس کو متاثر نہیں کرتی، وہ تو "محوِ خیالِ یار" ہے:۔

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد سے مردے نکل پڑے

یہ مری جبینِ نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

نتظار کی ساعتیں گزرتی جاتی ہیں اور وہ بیتابی میں گنگناتا جاتا ہے:۔ ؎

نظر ہے وقفِ غمِ انتظار کیا کہنا

کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا (جگر)

اب قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہو رہا ہے! 'حرم مامون' میں پہنچ رہا ہے! من دخلہ کان امناً

نوید اُس کے کانوں میں گونجتی ہے، "بلد امین" میں داخل ہو کر وہ چیخ اُٹھتا ہے:۔ ؎

ذرۂ خاکم و در کوئے توام وقت خوش است

ترسم اے دوست کہ بادے نہ بردنا گاہم (حافظ)

آگے بڑھ کر جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑتی ہے تو رب البیت کی تجلی سے اُس کے

ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں!۔ ؎

آمد خبرے ز آمد او

من بعد خبر نماند ما را

وہ "بیت" کو نہیں، گویا "رب البیت" کو دیکھ رہا ہے!۔

آنکھوں میں رُوئے یار ہے، آنکھیں ہیں رُوئے یار پر

ذرّہ ہے آفتاب میں، ذرّے میں آفتاب ہے

اسی ذوق وشوق کو لئے ہوئے وہ طواف کیلئے بڑھتا ہے، اس کے قلب میں تعظیم، خو
عشق ومحبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں، اس کا جسم خانۂ کعبہ کے طواف میں مصروف
لیکن اُس کی رُوح رب البیت کے گرد گھومتی ہے، اس کا دل حضرت ربوبیت کا طواف ک
اُن پر فدا ہوتا ہے انثار ہوتا ہے، بیچتا ہے:۔

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت

اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمین است

جب حجرِ اسود کو بوسہ دیتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا
اطاعت وفرمانبرداری، عبدیت وعبودیت کا اقرار کر رہا ہے، حجرِ اسود "یمین اللہ عز و
فی الارض" ہے، حق تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے زمین پر، یصافح بھا خلقہ کما یصافح ال
اخاہ[۱] جس سے وہ اپنے بندوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں! وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہا
عرض کرتا ہے:۔ ؎

یارب منم و دستِ تہی چشم پر آب	جاں دادہ و دل سوختہ و سینہ کباب
نامہ سیہ و عمر تبہ، کار خراب	از روئے کرم بفضلِ خویشم دریاب

---

[۱] مسلم بروایت عبداللہ بن عمرؓ۔

پھر کعبۃ اللہ کے پردے کو پکڑتا ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کے دامن کو پکڑ رہا ہے، اور ملتزم سے
ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ سے قریب ہو رہا ہے، رو رو کر عرض کرتا ہے:۔

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز اینکہ نخوانیم
در دیگرے بنما کہ من بہ کجا روم چو برانیم
ہمہ عمر ہرزہ دویدہ ام خجلم کنوں کہ خمیدہ ام
من اگر بحلقہ تنیدہ ام تو برون در فشانیم (بیدلؒ)

کا دامن چھوڑ کر کہاں جاؤں، کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں، کس کے قدم پکڑ لوں؟ میری پناہ گاہ
ہیں، میرا ملجا و ماویٰ آپ کے سوا کون ہے؟ آپ کے کرم و عفو کے سوا میرا ٹھکانہ نہیں! آپ کا دامن
وڑوں گا جب تک کہ آپ اپنی رحمت سے میری سیہ کاریوں کو معاف نہ فرمائیں، اور آئندہ دامن امن
پرورش نہ فرمائیں! حق تعالیٰ آپ کریم ہیں، درِ کریم پر عجز و نیاز کے ساتھ آیا ہوں، دیدۂ اشکبار
تھ آیا ہوں، دردِ دل، نالۂ جاں آزار کے ساتھ آیا ہوں، اگر آپ دامنِ عفو میں پناہ نہ دیا
ں جاؤں، کیا کروں!۔

ب دلم از بار گنہ محزون است | جاں زار و دل افگار و جگر پر خون است
پند گناہ من ز حد بیرون است | عفوت ز گناہ من بے افزون است

(درد)

صفا و مروہ کے درمیان جب وہ سعی کرتا ہے تو یہ احساس قلب میں لئے ہوئے کہ ایک فقیر،
ن، سائل، حقیر و ذلیل غلام اپنے آقا، مالک، بادشاہ کے محل کے صحن میں بار بار چکر لگا رہا ہے،

نظرِ کرم کا ملتجی ہے، زباں پر سوال ہے:۔

"رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم"

بار بار گھومتا ہے اور آواز لگاتا ہے، کہ:۔

عبیدک بفنائک! مسکینک بفنائک! فقیرک بفنائک! سائلک بفنائک!

انت کریم رحیم ارحمنی واغفرلی یا رحیم یا کریم یا غفور

جانتا ہے کہ کوئی سائل اس در سے محروم نہیں جاتا، یہ کریم کا دروازہ ہے، اس کو جو کھٹکھٹاتا ہے اپنی مراد کو پاتا ہے:۔ ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے	عاقبت زاں در بروں آید سرے
سایۂ حق بر سر بندہ بود	عاقبت جوینده یابنده بود
چوں نشینی بر سر کوئے کسے	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک

عرفات[۱۲] کے میدان میں جب وہ قدم رکھتا ہے اور لوگوں کا اژدحام اور آوازوں کا بلند اور زبانوں کا اختلاف جب اس کو نظر آتا ہے تو اس کو میدانِ قیامت کا منظر یاد آتا ہے اُس روز بھی ہر اُمت اپنے نبی کے ساتھ اسی طرح جمع ہوگی اور اس کی پیروی کرے گی، اور ا شفاعت کی اُمید کرے گی! اب وہ اضطرار کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور چیخ

یا من لا یشغلہ شانٌ عن	اے وہ ذات مطلق کہ جس کو ایک حال دوسرے
شان ولا سمعٌ عن سمع	حال سے نہیں روکتا اور نہ ایک عرض کا سننا

ولا تشتبه عليه الاصوات،
يامن لا تغلطه المسائل
ولا تختلف عليه اللغات!
يامن لا يبرمه الحاح
الملحين ولا تضجره مسئلة
السائلين! اذقنا برد
عفوك وحلاوة رحمتك!!

(دُعائے خضر علیہ السلام)

دوسرے عرض کے سننے سے باز رکھتا ہے، اور
نہ مشتبہ ہوتی ہیں اسپر آوازیں! اے وہ ذاتِ مطلق
کہ جس کو بہت سے سوال مغالطہ میں نہیں ڈال سکتے
اور نہ مختلف ہیں اُسکے نزدیک بہت سی زبانیں،
اے وہ ذاتِ پاک جسکو ہٹ کرنیوالوں کا اصرار
تھکا نہیں دیتا اور مانگنے والوں کا سوال تنگ
نہیں کرتا، ہم کو اپنے عفو کی سردی اور رحمت
کی حلاوت سے آشنا کر!۔

پھر رو رو کر کہتا ہے:۔

الٰهی! انت انت وانا انا،
انا العواد الی الذنوب وانت
الی المغفرة! الٰهی ان كنت
لا ترحم الا اهل طاعتك فالی
من يفزع المذنبون!۔

حق تعالیٰ آپ آپ ہیں اور میں میں ہوں! میں
گناہوں کی طرف بار بار پلٹتا ہوں اور آپ
مغفرت کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں! حق تعؔ
اگر آپ اپنے طاعت والوں ہی پر رحم کریں
تو گنہ گار کس طرف ملتجی ہوں؟!۔

الٰهی! تجنبت عن طاعتك عمداً
وتوجهت الی معصيتك قصداً

حق تعالیٰ میں آپ کی اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا
اور آپ کی نافرمانی پر دانستہ متوجہ ہوا، آپ پاک ہیں

فسبحانك ما اعظم حجتك
علي وما اكرم عفوك عني،
فبوجوب حجتك علي وانقطاع
حجتي عنك، فقري اليك
وغناك عني الا غفرت لي!
يا خير من دعاه داع
وافضل من رجاه راج،
بحرمة الاسلام وبذمة
محمد صلى الله عليه وسلم
اتوسل اليك فاغفرلي جميع
ذنوبي واصرفني عن موقفي
هذا مقضي الحوائج وهب لي
ما سألت وحقق رجاي
فيما تمنيت!-

آپ کی حجت مجھ پر کتنی بڑی ہے اور آپ کا مجھے
معاف کرنا کتنا بڑا کرم ہے، پس جس صورت میں کہ
آپ کی حجت مجھ پر ضروری ہوئی، میری حجت آپکے یہاں
جاتی رہی، میں آپکا محتاج ہوں اور آپ
مجھ سے بے پروا و بے نیاز، آپ مجھے معاف ہی
فرما دیجئے! اے ان سے بہتر ذات جن کو کوئی
دعا مانگنے والا پکارے اور افضل ان سے جن سے
کوئی توقع رکھنے والا توقع رکھے! اسلام کی
حرمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کا
وسیلہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں میرے سارے
گناہ بخش دیجئے اور مجھے اس موقف سے حاجتیں
پوری کرکے لوٹائیے، اور جو کچھ میں نے مانگا
مجھے دلا دیجئے اور جس چیز کی میں نے تمنا کی
اس میں میری توقع پوری کیجئے۔

پھر چلاتا ہے درد بھرے دل سے:-

الهي من مدح لك نفسه
فاني لائم نفسي! الهي

الٰہی جو تیرے سامنے اپنی تعریف کیا کرے میں تو
اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں! الٰہی گناہوں نے

اخرست المعاصی لسانی فمالی	میری زبان گونگی کردی، پس مجھ کو اپنے عمل کا
وسیلة من عملی ولا شفیع	وسیلہ نہ رہا اور نہ سوا اُمید کے اور کوئی
سوی الامل ! الٰھی انی اعلم	سفارش کرنے والا! الٰہی مجھے معلوم ہے کہ
ان ذنوبی لم تبق لی عندك	میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری قدر
جاھاً ولا للاعتذار وجھاً	کچھ باقی نہ رکھی اور نہ عذر کرنے کی کوئی
لکنك اکرم الاکرمین!	صورت چھوڑی، لیکن تو تمام کریموں سے
الٰھی ان لم اکن اھلاً ان	زیادہ کریم ہے! الٰہی اگر میں اس قابل نہیں کہ
ابلغ رحمتك فان رحمتك	تیری رحمت تک پہنچوں تو تیری رحمت کے تو
اھلٌ ان تبلغنی ورحمتك	شایاں ہے کہ مجھ تک پہنچے! الٰہی تیری
وسعت کل شیٔ وانا شیٔ!	رحمت ہر چیز کو شامل ہو اور میں بھی
الٰھی ان ذنوبی وان کانت	ایک چیز ہوں! الٰہی اگرچہ میرے گناہ
عظاماً ولکنھا صغارٌ فی	بڑے ہیں لیکن ترے عفو کے مقابلہ میں
جنب عفوك، فاغفر	چھوٹے ہیں! میرے گناہوں سے
ھالی یا کریم![1]	درگزر کر اے کریم!!۔

جانتا ہے کہ یہ وہ مبارک مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ان رحمتوں کو وہ قلوب جذب کرتے ہیں جو اس میدان میں موجود ہوتے ہیں، یہ ابدال و اوتاد کے قلوب ہیں،

---

[1] یہ سب دعائیں احیاء العلوم باب نہم سے لی گئی ہیں۔

ان صالحین کے قلوب ہیں جو حق تعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں، ان کے حضور میں دست بستہ ذلت و مسکنت کے ساتھ گڑگڑا رہے ہیں! رحمتِ الٰہی کے جذب کا اس سے زیادہ قوی و موثر کوئی طریقہ نہیں، کہ:۔

"ان ابرار کی ہمتیں اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر قلوب ایک دوسرے کی مدد کریں۔"

اس ادراک کے ساتھ ہی اس کی زبان سے یہ چیخ نکلتی ہے:۔ ؎

غم ناکم واز درِ تو باغم نروم | جز شاد و امیدوار و خرم نروم
از درگہ ہمچو تو کریمے ہرگز | نومید کسے نرفت ومن ہم نروم

اسی لئے کہا گیا ہے، کہ:۔

"عرفات کے شریف میدان میں آکر یہ سمجھنا کہ حق تعالیٰ نے میری مغفرت نہیں کی، سب سے بڑا گناہ ہے۔" ؎

رحمت اینجا کہ کند وسعتِ خود را ظاہر
ہر کہ تقصیر نہ کرد است گنہگار تر است

رمی جمار[13] کے موقع پر احرام باندھتے وقت اپنے اس قول کو یاد کرتا ہے، کہ "لبیك بحجۃ حقا تعبدا ورقا[1]" اور محض اپنی غلامی و بندگی کے اظہار کیلئے امر کی اطاعت کا قصد کرتا ہے

---

[1] میں حاضر ہوں حج کے واسطے حقیقت میں بندگی اور غلامی کی راہ سے۔ (دارقطنی در علل بروایت انسؓ)

اور محض تعمیل ارشاد و امتثالِ امرِ الٰہی کے لئے رمی کرتا ہے، جانتا ہے کہ اس فعل میں نہ تو نفس کو کوئی حظ ہے اور نہ عقل کو! اپنی عقل اور نفس کو حق تعالیٰ کے حکم پر قربان کرتا ہے اور دیوانہ وار "اقامت ذکر اللہ"[۱] کے لئے شیطان پر کنکر مارتا ہے اور زبان سے کہتا جاتا ہے:۔

اللہ اکبر علیٰ طاعۃ الرحمٰن ورغم الشیطان تصدیقاً بکتابک

واتباعاً السنۃ نبیک

جب قربانی کرتا ہے تو جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنی بھی جان قربانی کے جانور کی طرح فدا کرنے کو تیار رہو گا! بلکہ عاشق کی زندگی تو ہر "زماں مردنی" ہے، وہ اپنی جان کو ہر دم فدا کر ہی رہا ہے:۔ ؎

اے حیاتِ عاشقاں در مردگی	دل نیابی جز کہ در دل بردگی
ما بہا و خوں بہا را یافتیم	جانب جاں باختن بشتافتیم

عاشقاں را ہر زمانے مردنیست	مردنِ عشاق خود یک نوع نیست
او دو صد جاں دارد از نور ہدیٰ	واں دو صد را می کند ہر دم فدا
ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا	از نبی خواں عشرت امثالہا[۲] (رومی)

---

[۱] انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ لا لغیرہ
یعنی طواف کعبہ اور سعی درمیان صفا و مروہ اور کنکروں کا پھینکنا ذکر اللہ کے قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔
(ابو داؤد و ترمذی بروایت حضرت عائشہ رض)

[۲] دہ مانند آں، اشارہ بآیۂ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔ (سورۃ الانعام)

غرض حج کے اعمال میں دل کا وظیفہ یہ ہے جس کا اجمالاً اوپر ذکر ہوا، قلب کی یاد کیساتھ حج کے اعمال وہی ادا کرتا ہے جس کے دل پر حق تعالیٰ کی محبت و غلامی کا داغ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس غلام کو خود بادشاہ خریدتا ہے اس کا مرتبہ سوا ہوتا ہے :۔ ؎

داغِ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند!
صدر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید!

زیارتِ مدینہ

"زیارت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اوکد مستحبات وافضل قربات ہے، اور صاحبِ قدرت کے لئے قریب واجب کے ہے!"[1] ؎

خوش آنکہ بندم در رہت بر ناقہ محمل از وطن
خیزم چو گرد، افتم چو اشک، آیم بسر، غلطم بہ تن (اوحدی)

مدینۂ رسول کی راہ میں درود کے شغل سے بہتر کوئی شغل نہیں۔

"ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً"

من صلی علیّ واحدۃً صلی اللہ علیہ عشراً (مسلم)

اس راستہ کو درود وسلام کے ورد ہی میں ختم کرنا چاہئے، حبِ نبوی کا تقاضا یہی ہے۔ ؎

ومن مذھبی حب النبیؐ وصحبہٖ
وللناس فیما یعشقون مذاھب

---

[1] مولٰنا صدیق حسن مرحوم، در الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص۱۱۵۔

جب[۲] مدینۂ منورہ کی دیواروں پر نظر پڑتی ہے تو عاشق کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ یہ وہ مبارک شہر ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے لئے پسند فرمایا ہے، اور اس کو اُن کا دار الہجرۃ بنایا ہے۔ یہ وہ مقامِ مقدس ہے جہاں آپؐ نے حق تعالیٰ کے فرائض وسنن شروع فرمائے اعدائے دین سے جہاد کیا اور حق تعالیٰ کے دین کو ظاہر کیا، اسی پاک زمین میں آپؐ نے اپنی زندگی بسر فرمائی، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں بُلالیا، اور آپؐ کی قبرِ مطہر اس میں مقرر فرمائی، اور آپؐ کے دو وزیر جو آپؐ کے احکام کی بجاآوری میں کامل تھے آپؐ ہی کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں! اس خیال کے آتے ہی وہ فرطِ مسرت سے چیخ اُٹھتا ہے ؎

من و یثرب کہ بہ از نور بود خاک انجا! ۔۔۔ با شد از مہرِ جبیں سایۂ افلاک انجا!

شرفِ خاک رہش راست کہ تا بودنِ آب ۔۔۔ از تیمم شود اعضائے وضو پاک انجا!

بحرِ رحمت شود آں قطرہ کہ از وے ریزد ۔۔۔ چوں کند تابِ سفر جبہۂ عرقناک انجا!

صاحبش راست جنابے کہ زبس تعظیمش ۔۔۔ بالِ جبرئیلؑ بروبد خس و خاشاک انجا!

(مولوی احسان اللہ ممتازؔ)

جب[۳] عاشقِ رسول مدینۂ منورہ کی پاک زمین پر قدم رکھتا ہے تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے ۔ ؎

اندر دو جہاں کعبۂ ما کوئے محمدؐ

محرابِ دل و جاں خمِ ابروئے محمدؐ

وہ دیوانہ وار حق تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ۔ ؎

اللہ! ایسے جذبِ محبت کو کیا کروں
رگ رگ کو جس نے درد بھرا دل بنا دیا

ہر قدم پر وہ یہ سوچتا ہے کہ اس مقام پر آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم پڑے ہوں گے، قدم اُٹھاتا ہے، پھر ٹھہر جاتا ہے، بڑھتا ہے، پھر تھم جاتا ہے۔ ؎

ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جا بجا ٹھہرے
چلے، چل کر تھمے، تھم کر بڑھے، بڑھ کر ذرا ٹھہرے

اس گلی کے ہر ذرہ کو وہ اپنا دل سمجھتا ہے۔ ع

"ہم اس کوچے کے ہر ذرے کو اپنا دل سمجھتے ہیں"

تجلیاتِ جب اُس کو آگے قدم بڑھانے نہیں دیتیں تو وہ چیختا ہے۔ ؎

پا لیم بہ پیش از سرِ ایں کو نمی رود
یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست

اسی محبت کی تجلّی میں وہ دیکھتا ہے کہ:۔ ع

"کوچۂ جاناں کا ہر ذرہ چراغِ طور ہے"

اپنے محبوبؐ کا وہ خیال کرتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ آپؐ کو عطا فرمائی تھی آپؐ کے ذکر کو کس درجہ بلند فرمایا تھا کہ اپنے ذکر کے ساتھ اس کو ملا دیا تھا "ورفعنا لک ذکرک" کی نوید سے آپؐ کو سرفراز فرمایا تھا! آپؐ کی تعظیم کے ترک کرنے پر کیسی وعید فرمائی تھی، گو آپؐ کی آواز پر اپنی آواز ہی کے بلند کرنے سے وہ ترکِ تعظیم کیوں نہ ہو! حبطِ اعمال اس کی سزا تھی!

پھر نظامیؒ کے الفاظ میں وہ اِس طرح ثنا خواں ہوتا ہے :۔ ؎

شمسہ نہ مسندِ ہفت اختراں | ختمِ رسل خاتمِ پیغمبراںؐ
احمدِ مرسلؐ کہ خرد خاکِ اوست | ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
اُمّیؐ گویا بزبانِ فصیح | از الف آدمؑ و میمِ مسیحؑ
اے تنِ تو پاک تر از جانِ پاک | رُوح تو پروردۂ رُوحی فداک
اے مدنی برقع و مکّی نقاب | سایہ نشیں چند بود آفتاب
اے گوہر تاجِ فرستادگاں | تاج دِہ گوہرِ آزادگاں

پھر وہ خیال کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن نیک بختوں پر کتنا بڑا احسان فرمایا جنھوں نے آپؐ کی صحبت پائی، اور مشاہدۂ جمال، استماعِ اقوال و ملاحظۂ احوال سے سعادت حاصل کی۔ اور اپنے حال پر آنسو بہاتا ہے کہ یہ دولتِ سرمدی مجھے نصیب نہ ہوئی، اور نہ آپؐ کے اصحابِ کرام کی صحبت ملی! دنیا میں تو آپؐ کو نہ دیکھا، آخرت میں بھی شاید آپؐ کی زیارت نگاہِ حسرت ہی سے ہو، اور اعمالِ بد کے باعث آپؐ ہمیں قبول نہ فرمائیں، کیونکہ آپ کا ارشادِ مُبارک ہے، کہ :۔

"قیامت کے روز کچھ لوگوں کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے (جن میں اپنی اُمّت کی بعض نشانیاں دیکھ کر) میں حق تعالیٰ سے عرض کرونگا، حق تعالیٰ یہ میرے لوگ ہیں؟ حکم ہو گا کہ نہیں، تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے بعد انھوں نے کیا کام کئے ہیں!! تب میں کہوں گا کہ مجھ سے دُور ہو! مجھ سے دُور ہو!"

(رواہ الشیخان)

یہ حال اُن لوگوں کا ہوگا جنھوں نے شریعتِ مُطہرہ کی توقیر نہیں کی، سنّتِ رسُولؐ کی قدر نہ سمجھی، اور بدعت کو ترجیح دی۔ اب وہ اپنی حالت پر نظر ڈالتا ہے، اس وعیدے کانپ اُٹھتا ہے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، چیختا ہے۔ ؎

ہر چند گناہ بے شمار ست　　　صد مرتبہ بے شمار توبہ!
در بار گہت کنم خدایا　　　با دیدۂ اشکبار توبہ!
گر رفت بہ ترّہات عمرم　　　کردم نہ بیک دوبار توبہ!
شد ہر سرِ مو کنوں زبانے　　　آرم بتو بار بار توبہ!

(لا اعلم)

پھر عرقِ خجالت میں غرق ہوکر حق تعالیٰ سے التماس کرتا ہے:۔ ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　　روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر　　　از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر!

(اقبالؔ)

پھر اُمید ورجا کی موج اُس کے سینے میں اُٹھتی ہے، وہ اس امر کا احساس کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے اس کو سرفراز فرمایا، اپنے محبوبؐ کی زیارت کے لئے وطن سے نکال کر اس مقدس مقام پر پہونچایا، حظِ دنیا یا تجارت اس سفر سے اس کو مقصود نہ تھا، فقط آپؐ کی بے پایاں محبت اور آپؐ کے آثار کے دیکھنے کے شوق ہی نے اس کو وطن مالوف سے نکالا، زندگی میں جب آپؐ کا دیدار نصیب نہ ہوا تو اس نے اس پر ہی قناعت کی کہ آپؐ کی

مسجد مبارک میں حاضر ہو کر آپ کی قبر اطہر کی دیوار پر ہی نظر ڈالے۔ ؎

غریبے گر روی بشہر و دیار　　روی در مسجدِ مصفا کن

دوست را گر نمی توانی دید　　خانۂ دوست را تماشا کن

جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سامان مہیا کر دیئے تو اب اُس کی رحمت سے یہی توقع ہے کہ وہ اس کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور اسکے گناہوں کو معاف فرمائینگے ؎

اندر عملم انچہ ترا شاید نیست

اندر کرمت انچہ مرا باید ہست

جب مسجدِ نبویؐ میں قدم رکھتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ یہ وہ مقدس جگہ ہی جس کو حق تعالیٰ نے اپنے نبیِ مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں میں سے اول اور افضل لوگوں کیلئے تجویز فرمایا، جو بقول عارف رومیؒ۔ ؎

برتزند از عرش و کرسی و خلا

ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا

اور جو حق تعالیٰ کی نظر میں "محبوب و مطلوب و پسند" رہے ہیں۔

جانتا ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سب سے پہلے حق تعالیٰ کے فرائض ادا ہوئے، اور کامل عبودیت کے ساتھ ادا ہوئے!۔ یہی وہ زمین ہے جس میں تمام مخلوق سے افضل و برتر لوگ حالتِ حیات و حالتِ ممات میں جمع ہیں!۔ اب وہ توقع کرتا ہی کہ حق تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائیں گے، اور دل ہی دل میں عرض کرتا ہے:۔ ؎

بضاعت نیاوردم الّا اُمید
خدایا ز عفوم مکن نا اُمید

(سعدی)

پھر مسجد مُبارک میں خشوع و تعظیم سے داخل ہوتا ہے، زباں پر یہ دُعا ہوتی ہے :۔

اللھم ھذا حرم رسولك فاجعلہ لی وقایة من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتك وارزقنی من زیارة نبیك ما رزقت اولیائك واھل طاعتك واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول!

پھر نیت اعتکاف الی الخروج کرکے روضۂ جنت کی طرف بڑھتا ہے اور محراب نبوی کے پاس، ممکن ہو تو مصلّی نبویؐ یا اس سے متصل ما منبر کے پاس، اور نہ ہوسکے تو کسی ایک مقام پر تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرتا ہے، پھر اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اور رضا، توفیقِ خیر، قبولِ اعمال و بلوغ مقاصد کی دُعا کرتا ہے! دُعا کے الفاظ یہ ہوتے ہیں :۔

اللھم ان ھذہ روضة من ریاض الجنة شرفتھا وکرمتھا ومجدتھا وعظمتھا ونورتھا بنور نبیك وحبیبك محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللھم کما بلغتنا فی الدنیا زیارته ومآثرہ الشریفه فلا تحرمنا یا اللہ

فی الاٰخرۃ من فضل شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
واحشرنا فی زمرتہ وتحت لوائہ وامتنا علی محبتہ
وملتہ واسقنا من حوضہ المورود بیدہ الشریفہ
شربۃ ھنیئۃ لا نظماء بعدھا ابداً انک علیٰ
کلِّ شیئٍ قدیرا

پھر زیارت کی نیت سے نہایت اُدب وخشوع کے ساتھ روضۂ پاک کے سامنے حاضر ہوتا ہے
اس کا عقیدہ ہے کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے آنے، کھڑے ہونے، اور زیارت
کرنے کا علم ہوتا ہے، اور اس کا دُرود وسلام آپؐ کی خدمت مُبارک میں پہونچتا ہے[1]۔
آپؐ نے فرمایا ہے، کہ:۔

"من صل علیّ واحدۃً صلی اللہ علیہ عشراً" (مسلم)

یہ جزا تو صرف زبان سے دُرود پڑھنے کی ہے، جب وہ خود زیارت کے لئے تمام بدن سے حاضر ہوا ہے
تو اس کا بدلہ کس قدر عظیم الشان ہوگا!۔

اب وہ اپنے آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے:۔

الصلوٰۃ والسلام علیک ایھا النبی السید الکریم

---

[1] یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، کہ:"جو لوگ میری قبر پر آکر سلام کرینگے میں اُن کا سلام خود سنوں گا،
اور دُور سے سلام کرنے والوں کا سلام مجھے پہونچایا جائے گا" (مشکوٰۃ)

والرسول العظیم والجبیب الرؤف الرحیم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ! الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب بن ہاشم یا طٰہٰ یا یسین یا بشیر
یا سراج یا مبین یا مقدم جیش الانبیاء
والمرسلین

یا خیر من دفنت فی التراب اعظمہ	فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم
انت الجبیب الذی ترجی شفاعتک	عند الصراط اذا ما زلت القدم

پھر صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منبر شریف کے پاس حاضر ہوتا ہے اور تصور کرتا ہے کہ گویا آپؐ منبر پر چڑھے کھڑے ہیں اور مہاجرین و انصار آپؐ کے گرد حلقہ کئے ہیں، اور آپؐ اُن کو خطبہ میں حق تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب و ہمت دلا رہے ہیں اور نافرمانی سے روک رہے ہیں اور ڈرا رہے ہیں۔ ؎

محمدؐ شہنشاہِ خیلِ رسل	کہ خرد ند پیشش چہ جزو چہ کُل
درخشاں دُرِ دُرجِ عبدِ مناف	بانگشتِ اعجاز مہ را شگاف
زابر دش محرابِ عین الیقیں	زگیسو شش اسبابِ حبل المتیں
فلک ہا زدر ہاش درشبنمے!	فصیحاں زغوغاش دراب کمے!

چناں عقدہ از کارِ اُمت کشاد   کہ دنداں دریں کار بر باد داد

(ظہوری)

دل میں توحید پر جینے مرنے کا پختہ عزم کرتا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کو قلب میں اور زیادہ راسخ کرتا ہے، اور آپؐ کی سنّتِ مُطہرہ پر ساری عمر عمل کا پورا ارادہ کرتا ہے، اور اس عقیدے کو پختہ کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر حال میں اس کے نگراں ہیں۔

"اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللہَ یَریٰ"

اس کے دل کے وسوسوں اور خفیہ خطرات و خیالات کو دیکھتے اور جانتے ہیں تاکہ سب کاموں میں اُدب کا لحاظ رکھے، جیسے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کی نظروں کے سامنے ہے، ہر وقت گردن جھکائے اور ہر کام میں اُدب!۔ اس یقین کو بھی دل میں مضبوط کرتا ہے، کہ:۔

"فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ"

یعنی طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہے کہ جیسے غذا کو پیٹ بھرنے سے، اور گناہوں کو عذاب سے وہ تعلق ہے جو زہر کو ہلاکت سے!۔ عزم کرتا ہے کہ اپنے تمام حرکات و سکنات، خطرات و لحظات، لفظات و فلتات، غدرات و فجرات، پر ہمیشہ نظر رکھے گا اور تقویٰ کے اختیار کرنے میں اور ہر برائی سے اجتناب کرنے میں مبالغہ سے کام لے گا، بحول اللہ و قوتہ۔

آخر میں اس تسکین بخش عقیدے کو بھی پختہ کرتا ہے کہ رزق کی کفالت خود حق تعالیٰ نے فرمائی ہے، یہ کہہ کر کہ:۔

"ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا"

یہ رزق مضمون ضرور ملے گا، جتنا مقدّر ہے وہ قطعاً پہونچ کر رہے گا، طلبِ رزق بطورِ شرعی کرنا چاہیئے، اور جو چیز فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرنا چاہیئے۔

"لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم!"

منبر شریف کے پاس پہونچ کر تصور کرتا ہے کہ کچھ ان ہی تیقنات پر حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) زور دے رہے ہیں اور وہ انھیں اپنے قلب میں اتار رہا ہے، اور اپنے تحت شعوری نفس میں انھیں پختہ کر رہا ہے۔

حج و زیارت کے اعمال میں یہ ہے دل کا وظیفہ، جس کے اجمال کا ذکر ہوا۔ اس طرح فارغ ہو کر حاجی فرطِ مسرت سے چیخ اُٹھتا ہے۔ ؎

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است ‏ ‏ افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را ‏ ‏ کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است